بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر کی اطاعت

جماعت المسلمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سلسلۂ اشاعت ۱۰۳ — جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

امیر کی اطاعت

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النسآء - ۵۹)

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو امراء ہوں ان کی اطاعت کرو۔

اس آیۂ مبارکہ سے اولوالامر یعنی امراء کی اطاعت فرض ہوئی۔ اس آیت میں امراء کے ساتھ حکومت کی کوئی شرط اللہ تعالیٰ نے نہیں لگائی لہٰذا ہر امیر کی اطاعت فرض ہے۔ اپنی طرف سے حکومت کی شرط کتاب اللہ پر زیادتی ہے اور یہ کفر ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ صـ۱۲۹)

جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر امیر کی اطاعت فرض ہے۔ امیر کی اطاعت کے لئے حدیث میں کوئی شرط نہیں ہے۔ اپنی طرف سے حکومت کی شرط لگانا شریعت سازی ہے اور یہ شرک ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (صحیح بخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی امورا تنکرونہا جزء ۹ صـ۵۹ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ جزء ۲ صـ۱۳۷)

جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گذرے تو صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

سلطان کے معنی دلیل، حجت، اختیار اور قوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ (هود - ۹۶)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا (بنی اسرائیل - ۳۳)	اور جو شخص ظلم کے ساتھ قتل کر دیا جائے تو ہم نے اسکے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ وہ بدلہ لے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ (الرحمٰن - ۳۳)	اے جنّات اور انسانوں کی جماعت اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ (لیکن) تم نہیں نکل سکتے بغیر قوت کے۔

حدیث مذکور کے پہلے جزو میں امیر کا لفظ ہے اور دوسرے جزو میں سلطان کا لفظ ہے جو امیر ہی کے لئے استعمال ہوا کیونکہ امیر کو اپنے عہدۂ امارت کی وجہ سے ایک قسم کی قوت حاصل ہوتی ہے اور کیونکہ اس کا حکم مامورین پر حجت ہوتا ہے اسی لئے اُسے سلطان کہا گیا ہے۔ بادشاہ کو بھی اسی لئے سلطان کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں قوت ہوتی ہے اور اس کا فرمان رعایا پر حجت ہوتا ہے۔

الغرض ہر امیر کی اطاعت فرض ہے اور اس کی اطاعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہونا ناجائز ہے۔ امیر ہی کی وجہ سے جماعت میں تنظیم اور تنظیم میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اگر امیر کی اطاعت نہ کی جائے تو تنظیم کی قوت جاتی رہے گی۔ امیر ہی جماعت کی قوت کا مرکز ہے اور اس مرکزیت ہی کی وجہ سے وہ خود ایک قوت اور سلطان ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ رَاٰی مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا یَکْرَھُہٗ فَلْیَصْبِرْ عَلَیْہِ فَاِنَّہٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً (صحیح بخاری کتاب الفتن جزو ۹ صفحہ ۵۹ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ جزو ۲ صفحہ ۱۳۶)	جو شخص اپنے امیر کی کوئی ایسی بات دیکھے جو اُسے ناپسند ہو تو اس پر صبر کرے اس لئے کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اور (اسی حالت میں) مرگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

نوٹ : جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ یعنی کفر کا زمانہ ہے۔

اس حدیث کے پہلے جزو میں امیر کا لفظ ہے اور دوسرے جزو میں جماعت کا لفظ ہے گویا امیر کو چھوڑنا جماعت کو چھوڑنا ہے۔

(۵) حضرت عبادہ بن الصامت ؓ فرماتے ہیں :۔

دَعَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاہُ فَقَالَ فِیْمَا اَخَذَ عَلَیْنَا اَنْ بَایَعْنَا عَلَی السَّمْعِ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا پھر ہم سے بیعت لی۔ آپ نے ہم سے جن باتوں پر بیعت

وَالطَّاعَةِ فِيْ مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأُثْرَةٍ عَلَيْنَا وَأَنْ لَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهٗ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ (صحیح بخاری کتاب الفتن جزء ۹ صـ ۵۹ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ صـ ۱۳۲)

لی وہ یہ تھیں کہ: (امیر کا حکم) سننا اور اطاعت کرنا، خوشی میں بھی اور ناخوشی میں بھی، تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی اور ترجیح کی صورت میں بھی اور (اس بات پر بھی بیعت لی) کہ امیر سے (اس کے) امر کے معاملہ میں جھگڑا نہ کرنا سوائے اس صورت کے کہ تم (اس کو) صریح کفر (کرتے) دیکھو جس (کو کفر ثابت کرنے) کے لئے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل و برہان ہو۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهٗ زَبِيْبَةٌ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام ما لم تکن معصیۃ جزء ۹ صـ ۷۸)

(امیر کا حکم) سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام ہی کو کیوں نہ (امیر) مقرر کر دیا جائے جس کا سر کشمش (کے برابر) ہو۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ أَوْ كَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ (صحیح بخاری کتاب الاحکام جزء ۹ صـ ۷۸ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ صـ ۱۳۱)۔

مسلم آدمی پر (امیر کا حکم) سننا اور اطاعت کرنا لازمی ہے خواہ اُسے وہ (حکم) پسند ہو یا ناپسند ہو (اس شرط کے ساتھ کہ) اُسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ امیر کی اطاعت فرض ہے صرف ایک شرط کے ساتھ کہ امیر گناہ کا حکم نہ دے۔ امیر کی اطاعت کے لئے حکومت کی شرط کسی حدیث میں نہیں ہے۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس جزء ۹ صـ ۹۶ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب البیعۃ علی السمع والطاعۃ فیما استطاع جزء ۲ صـ ۱۳۱)

ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (حکم) سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کیا کرتے تھے تو آپ ہم سے فرماتے تھے کہ: "جہاں تک تم سے ہو سکے۔"

(۹) حضرت جریرؓ فرماتے ہیں:۔

بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (حکم) سننے اور

اَلسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِيْ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ (صحیح بخاری کتاب الاحکام جزء ۹ صفحہ ۹۶)

اطاعت کرنے پر بیعت کی تو آپ نے مجھے سکھایا (کہ اس طرح کہو) جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا (سنوں گا اور اطاعت کروں گا)۔

مندرجہ بالا احادیث سے امیر کی اطاعت کی اہمیت آشکار ہے۔ امیر کی اطاعت کرنے پر بیعت لی جاتی تھی۔

(۱۰) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّيْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ لَا تَاَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب کراھۃ الامارۃ لغیر ضرورۃ جزء ۲ صفحہ ۱۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ اے ابوذر، میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور (آدمی) ہو اور جو چیز میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے پسند کرتا ہوں تم ہرگز دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا۔

دو آدمیوں پر امیر بننے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں :۔

(۱) خلیفہ دو آدمیوں پر کسی کو امیر بنا دے مثلاً امیر وفد

(۲) خلیفہ کی عدم موجودگی میں دو آدمی خود کسی کو امیر بنا لیں مثلاً امیرِ جماعت یا امیرِ سفر۔

ان دو صورتوں میں سے کسی ایک کو خاص کرلینا بے دلیل ہے۔ دوسری صورت میں دو آدمیوں کے امیر کے پاس نہ کوئی حکومت ہوگی اور نہ فوج لیکن اس حالت میں بھی اس کی اطاعت فرض ہوگی۔ اگر فرض نہ ہو تو پھر کونسی ذمہ داری ہے جس سے ڈرایا جارہا ہے۔

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ صفحہ ۱۲۴)

تم پر (امیر کا حکم) سننا اور (اس کی) اطاعت کرنا لازم ہے : تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی، تمہاری خوشی میں بھی اور تمہاری ناخوشی میں بھی اور (غیر مستحق کو) تم پر ترجیح دئے جانے کی صورت میں بھی۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ صفحہ ۱۲۴)

اگر تم پر نکٹا غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری رہنمائی کرے تو اس کی (بات کو) سنو اور اطاعت کرو۔

غلام کو امیر بنائے جانے کی دو صورتیں ہیں :۔

(۱) کوئی خلیفہ کسی غلام کو امیر بنا دے مثلاً مقامی امیر یا امیر لشکر وغیرہ۔

(۲) مشورہ سے لوگ خود کسی کو اپنا امیر بنا دیں مثلاً خلیفہ یا امیرِ جماعت ہر دو صورتوں میں اُس غلام کی اطاعت ضروری ہوگی۔

(۱۳) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں :-

اِنَّ خَلِیْلِیْ اَوْصَانِیْ اَنْ اَسْمَعَ وَ اُطِیْعَ وَ اِنْ کَانَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْاَطْرَافِ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء۲ صفحہ ۱۳۰)

میرے خلیل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیّت کی کہ میں (امیر کا حکم) سنوں اور اطاعت کروں اگرچہ وہ ہاتھ پیر کٹا ہوا غلام ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَۃِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَۃَ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتن جزء ۲ صفحہ ۱۳۵)

جو شخص (امیر کی) اطاعت سے باہر ہوگیا اور جماعت چھوڑ دی پھر (اسی حالت میں) مرگیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ خَلَعَ یَدًا مِّنْ طَاعَۃٍ لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَا حُجَّۃَ لَہٗ وَمَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ جزء ۲ صفحہ ۱۳۶)

جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ قیامت کے دن اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس کی گردن میں (امیر کی) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ثَلَاثٌ لَا یَغِلُّ عَلَیْھِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ وَالطَّاعَۃُ لِذَوِی الْاَمْرِ وَلُزُوْمُ جَمَاعَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (رواہ الحاکم عن جبیر بن مطعمؓ وسندہ صحیح۔ المستدرک جزء اول صفحہ ۸۷)

تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کے معاملہ میں مؤمن کا قلب خیانت نہیں کرتا :- (۱) عمل کو اللہ کے لئے خالص کرنا، (۲) ذوالامر یعنی امیر کی اطاعت کرنا، (۳) جماعت المسلمین سے چمٹے رہنا۔

(۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَۃِ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ حَتّٰی یُرَاجِعَہٗ (رواہ الحاکم عن عبد اللہ بن عمرو وسندہ صحیح۔ المستدرک جزء اول صفحہ ۱۱۷)

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اس نے اسلام کی رسّی کو اپنی گردن سے اتار دیا یہاں تک کہ وہ (دوبارہ جماعت کی طرف) لوٹے۔

(۱۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

أَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰهُ اَمَرَنِيْ بِهَا : اَلسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْجِهَادِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يُّرَاجِعَ (رواہ الترمذی فی ابواب الامثال عن الحارث الاشعری وصحہ۔ جزء ۲ صــ۲۹۶)

میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن (کی تبلیغ) کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے :۔ (۱) (امیر کا حکم) سننا، (۲) اطاعت کرنا، (۳) جہاد کرنا، (۴) ہجرت کرنا اور (۵) جماعت (سے چمٹے رہنا) کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اس نے اسلام کی رسّی کو اپنی گردن سے علیحدہ کر دیا سوائے اس صورت کے کہ وہ (جماعت کی طرف) واپس لوٹے۔

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ (رواہ الترمذی فی ابواب الفتن وصحہ جزء ۲ صــ۹۲)

جماعت کو لازم پکڑو، علیحدگی سے بچو کیونکہ شیطان ایک آدمی کے ساتھ رہتا ہے، دو سے دور ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث ہر زمانہ کے لئے عام ہے۔ کوئی زمانہ اس کے لئے مخصوص نہیں۔ کیا جس زمانہ میں جماعت کے پاس حکومت نہ ہو جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے شیطان کو اپنا ساتھی بنانا جائز ہے۔ ہرگز نہیں، لہٰذا جماعت سے علیحدگی کبھی ہرگز جائز نہیں۔ جماعت سے چمٹے رہنا ضروری ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جماعت کے امیر سے بھی چمٹا رہے۔

(۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ وَاسْتَذَلَّ الْإِمَارَةَ لَقِيَ اللّٰهَ وَلَا حُجَّةَ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح۔ المستدرک جزء اول صــ۱۱۹)

جو شخص جماعت چھوڑ دے، امارت کی تذلیل کرے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ کے نزدیک اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی (یعنی اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی جو عند اللہ مقبول ہو)۔

مندرجہ بالا تمام احادیث میں

(۱) امیر کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔ کسی حدیث میں بھی امیر کے ساتھ حکومت کی شرط نہیں لگائی گئی،
(۲) جماعت سے چمٹے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جماعت سے چمٹے رہنا بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ

امیرِ جماعت سے چمٹا رہے اور امیرِ جماعت سے چمٹے رہنا اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کی اطاعت کرتا رہے۔

امامِ جماعت اور امیرِ جماعت، ہم معنی ہیں

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب قول اللہ تعالیٰ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم جزء ۹ ص۷۷)

خبردار، تم میں سے ہر شخص حکمراں ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ امام جو لوگوں پر حکمراں ہوتا ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی، مرد اپنے اہلِ بیت پر حکمراں ہے اور اس سے اس کے اہلِ بیت کے متعلق باز پرس ہوگی، عورت اپنے شوہر کے اہلِ بیت اور اس کی اولاد پر حکمراں ہے اور اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی، اور غلام اپنے [illegible] کے مال پر حکمراں ہے، اور اس سے (اس) مال کے متعلق باز پرس ہوگی۔ (الغرض) خبردار (ہو جاؤ) تم میں سے ہر ایک حکمراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔

اس حدیث میں لفظ راعٍ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی درج ذیل ہیں :-

(۱) اسم فاعل وکل من ولی امر قوم، وفی الاصطلاح ھو المتحقق فی معرفۃ الامور السیاسۃ المتعلقۃ بالمدنیۃ المتمکن علی تدبیر النظام الموجب لصلاح العالم (محیط المحیط قاموس مطول للغۃ العربیۃ ص۳۴۱)

ترجمہ (یہ لفظ رعایۃ سے) اسم فاعل (ہے، اس سے مراد) ہر وہ شخص ہے جو کسی قوم کے امر کا والی ہو اور اصطلاح میں (اس سے مراد وہ شخص ہے جو) مدنیت کے متعلق امورِ سیاست کو واجب اور قائم کرنے والا (ہو یا) جو صلاح عالم کے لئے انتظامی تدابیر پر قدرت رکھنے والا (ہو)۔

(۲) کل من ولی امر قوم کالاسقف والبطریرك وغیرھما (المنجد فی اللغۃ والادب والعلوم ص۲۶۵)

ترجمہ ہر وہ شخص جو کسی قوم کے امر کا والی ہو جیسے اُسقف (بادشاہ یا عالم) اور بطریرک (سردار یا رئیس)۔

(۳) والی، امیر (منتہی الارب فی لغات العرب)

الغرض مندرجہ بالا تصریحات کے لحاظ سے "راعٍ" کا صحیح ترجمہ حکمراں ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ثَلَاثَۃٌ لَا تَسْاَلْ عَنْھُمْ : رَجُلٌ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ

تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کے متعلق نہ پوچھو (کہ ان کا

وَعَصٰی إِمَامَهٗ وَمَاتَ عَاصِيًا وَأَمَةٍ أَوْ عَبْدٍ أَبَقَ فَمَاتَ وَامْرَأَةٍ غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا قَدْ كَفَاهَا مُؤْنَةَ الدُّنْيَا فَتَبَرَّجَتْ بَعْدَهٗ فَلَا تَسْئَلْ عَنْهُمْ (مسند امام احمد و مستدرک حاکم و سندہٗ صحیح۔ المستدرک جزء اول ص۱۱۹ وحجاب المرأۃ المسلمۃ للالبانی ص۵۴)

کیا حشر ہوگا) : ایک تو وہ شخص جو جماعت چھوڑدے، اپنے امام کی نافرمانی کرے اور نافرمانی کی حالت میں مرجائے، دوسرا وہ غلام یا لونڈی جو بھاگ جائے اور (اسی حالت میں) مرجائے، تیسری وہ عورت جس کا شوہر اسکے پاس موجود نہ ہو اور وہ اس کی دنیا کی ضروریات پوری کرگیا ہو پھر وہ اس کے جانے کے بعد اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرے (الغرض) ان (تینوں) کے متعلق (کچھ) نہ پوچھو (کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا)۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شر کے ایک زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

دُعَاةٌ عَلٰی أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا۔

(اس زمانہ میں) دوزخ کے دروازوں پر ایسے بلانے والے ہونگے کہ جو شخص ان کی بات کو مان لے گا وہ اُسے دوزخ میں جھونک دیں گے۔

حضرت حذیفہؓ نے پوچھا :۔

فَمَا تَأْمُرُنِيْ إِنْ أَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ۔

اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں (میں کیا کروں)؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ (صحیح بخاری کتاب الفتن باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ جزء ۹ ص۶۵ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب لزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن جزء ۲ ص۱۳۵)

تم جماعت المسلمین اور ان کے امام سے چمٹے رہنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شر کے زمانہ میں اسلامی حکومت نہیں ہوگی کیونکہ اسلامی حکومت کی موجودگی میں گمراہ کرنے والے داعی کیسے باقی رہ سکتے ہیں۔

مزید برآں اسلامی حکومت کا تو خیر کا زمانہ ہوتا ہے نہ کہ شر کا۔

جماعت المسلمین سے چمٹے رہنے کے معنی یہ ہیں کہ جماعت میں شامل رہے۔

امام جماعت سے چمٹے رہنے کے معنی یہ ہیں کہ امام کی اطاعت کرے، اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔
امام سے چمٹنے کے معنی اطاعت ہی ہوسکتے ہیں اور اس کے سوا دوسرے معنی نہیں ہوسکتے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِمَامُ جَمَاعَةٍ فَإِنَّ مَوْتَهُ مَوْتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح۔ المستدرک جزء اول ص۱۱۷)

جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس پر امامِ جماعت نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلم کو اس حالت میں مرنا چاہیئے کہ وہ کسی امام کا ماتحت ہو۔ مندرجہ بالا تمام احادیث میں امام کی اطاعت کے لئے حکومت کی کوئی شرط نہیں ہے۔ لہٰذا امام جیسا بھی ہو اس کی اطاعت کرنی ہوگی۔

"امیر کی اطاعت" اور "امامِ جماعت ....." کی ضمن میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں ان کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امیر اور امام میں کوئی فرق نہیں۔ یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے بجائے استعمال ہوتے رہتے ہیں:۔

امیر کے معنیٰ

"امیر" صفت مشبہہ ہے۔ اس کا مصدر امارت ہے جس کے معنیٰ ہیں: "امر والا ہونا"۔

صفت مشبہہ میں مصدری معنیٰ کا ثبوت اور لزوم سمجھا جاتا ہے لہٰذا امیر کے معنیٰ ہیں "امر والا" ہونے کی صفت ثابت ہے اور اپنے موصوف کے ساتھ لازم یعنی چمٹی ہوئی ہے۔ یہ صفت یعنی "امر والا" ہونا امیر سے کبھی علیحدہ نہیں ہوسکتی۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی شخص کو امیر کہا جائے اور وہ "حکم والا" نہ ہو۔ امیر ہر حال میں حکم والا ہوگا۔ اس کا حکم ہر حال میں اور ہر وقت مانا جائے گا۔ اگر کسی شخص میں "حکم والا" ہونے کی صفت ہر حال میں نہ پائی جائے تو اُسے آمر تو کہہ سکتے ہیں اور وہ بھی صرف اس وقت تک جب تک وہ حکم دینے کا فعل کر رہا ہو لیکن اسے امیر نہیں کہہ سکتے۔

امام کے معنیٰ

امام کے معنی ہیں: من یُؤتم بہ ای یقتدی بہ من رئیس اوغیرہ (محیط المحیط ص۱۹) یعنی وہ شخص جس کی پیروی کی جائے خواہ وہ رئیس ہو یا کوئی اور۔ پیروی احکام میں بھی ہوتی ہے اور اقوال میں بھی۔ احکام کی پیروی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ (الانعام - ۱۵۵)

یہ (بڑی) بابرکت کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے لہٰذا اس کی پیروی کرتے رہو۔

افعال کی پیروی تو عموماً کی ہی جاتی ہے اور اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

بے حکومت امیر کی اطاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ
(رواہ ابوداؤد فی کتاب الجہاد ورواتہ ثقات وسندہ صحیح وحسنہ الالبانی فی تعلیقاتہ علی المشکوٰۃ ۱۱۴۵/۲)

جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو انہیں چاہیئے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں :-

(۱) سفر میں بھی بغیر امیر کے نہ رہے،

(۲) امیرِ سفر کے پاس نہ حکومت ہوتی ہے اور نہ اُسے کوئی خلیفہ مقرر کرتا ہے بلکہ حدیث کی رُد سے مسافر خود کسی کو اپنا امیر مقرر کر لیتے ہیں،

(۳) امیر بنانے کا مقصد سوائے اطاعت کے اور کچھ نہیں ہوسکتا اور

(۴) ایسے امیر کی اطاعت بھی ضروری ہے جس کے پاس کوئی حکومت نہ ہو۔

نتیجہ | اللہ تعالٰے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی قلیل مدت میں بھی مسافروں کا بغیر امیر کے رہنا پسند نہیں فرماتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ شہر میں مسلم آبادی کا دائمی طور پر بغیر امیر کے رہنا پسند فرمائیں گے۔

اگر سفر کی قلیل سی مدت میں امیر کا ہونا ضروری ہے تو حضر کی طویل مدت میں امیر کا ہونا اور بھی زیادہ ضروری ہے اور کیونکہ امیرِ سفر کی بغیر حکومت کے اطاعت ضروری ہے تو امیرِ جماعت کی بھی بغیر حکومت کے اطاعت ضروری ہے۔ نہ آیت میں اور نہ کسی حدیث میں امیر کی اطاعت کے لئے حکومت کی شرط لگائی گئی ہے اور نہ لگائی جاسکتی ہے۔ حکومت کی شرط لگانا خود ساختہ ہے لہٰذا کالعدم ہے۔

شوہر اور ماں باپ کی اطاعت بھی فرض ہے لیکن ان کی اطاعت کے لئے بھی حکومت کی شرط نہیں تو آخر امیرِ جماعت کے لئے حکومت کی شرط لگانا کس حد تک صحیح ہے۔ یقینًا یہ شرط لغو ہے۔

امیرِ سفر کی اطاعت سے صرف چند مسافروں کا مفاد وابستہ ہوتا ہے، شوہر کی اطاعت سے بیوی کا مفاد وابستہ ہوتا ہے، ماں باپ کی اطاعت سے صرف اولاد کا مفاد وابستہ ہوتا ہے پھر بھی یہ اطاعتیں تو فرض ہوں اور امیرِ جماعت کی اطاعت فرض نہ ہو جس سے پوری جماعت اور اللہ تعالیٰ کے دین کا مفاد وابستہ ہو۔ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے۔

الغرض منقول و معقول دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امیر کی اطاعت فرض ہے۔

اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض (۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلیفہ کو امیر یا امام کہا گیا ہے لہٰذا جہاں کہیں بھی امیر یا امام کا لفظ آئے گا اس سے خلیفہ ہی مراد ہوگا۔

جواب یہ تو صحیح ہے کہ خلیفہ کو بھی امیر یا امام کہا جاتا ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ جہاں کہیں امیر یا امام کا لفظ آئیگا اس سے مراد خلیفہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے اس مفروضہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ ہر خلیفہ امیر یا امام ہوتا ہے لیکن ہر امیر یا امام خلیفہ نہیں ہوتا۔

اعتراض (۲) امیر جماعت کی اطاعت اگر فرض ہے تو وہ شرعی سزائیں کیوں نہیں نافذ کرتا۔

جواب اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ-۲۸۶) کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی طاقت کے مطابق۔

لہٰذا امیر جماعت اپنی طاقت کے مطابق کام کرے گا۔

دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ امیر جماعت خلافت کے حصول کے لئے جدوجہد کرتا ہے لہٰذا اس جدوجہد کے زمانہ میں اس سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنا بالکل لغو ہے۔ اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے۔ تیسری جماعت میں پڑھنے والا بھی طالب علم ہے اور بی، اے میں پڑھنے والا بھی طالب علم ہے۔ تیسری جماعت میں پڑھنے والا کوشش کر رہا ہے کہ وہ بھی بی، اے کا طالب علم بن جائے لیکن ابھی بنا نہیں تو کیا تیسری جماعت کے طالب علم سے یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بی، اے کے امتحان کے پرچے حل کرے۔ ہرگز نہیں۔ دونوں میں محض طالب علم ہونے کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں کہ تیسری جماعت کا طالب علم بی، اے کے پرچے حل کرے۔ بالکل اسی طرح امیر جماعت بھی امیر ہوتا ہے اور خلیفہ بھی امیر ہوتا ہے تو کیا امیر جماعت سے اس حال میں کہ وہ خلیفہ بننے کی کوشش کر رہا ہو یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ خلیفہ کے فرائض انجام دے۔ ہرگز نہیں۔ محض امارت کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں ہوسکتی کہ ہر امیر سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے۔

امیر جماعت اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں غالب نہیں تھے۔ آپ کے ہاتھ میں نہ اقتدار تھا اور نہ حکومت البتہ آپ کی حکومت مسلمین کے قلوب و ابدان پر تھی۔ جو کچھ آپ فرماتے تھے مسلمین اسکی اطاعت کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے مقاصد یہ تھے :-

(۱) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی تبلیغ اور اس عقیدہ کو قلوب میں راسخ کرنا،
(۲) مسلمین کی اصلاح و تربیت،
(۳) مسلمین کو نظم و ضبط اور صبر و استقامت کی تلقین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے عقیدہ کو عملی جامہ پہنانے یعنی اس عقیدہ کی بنیاد پر حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی منظم تحریک تھی۔

ہر تنظیم میں بعض قواعد و ضوابط پر سختی سے عمل کرایا جاتا ہے۔ تنظیم کی قوت اور قواعد و ضوابط پر عمل سربراہ تحریک کی اطاعت پر منحصر ہے۔ اگر سربراہ کی اطاعت نہ ہوگی تو تنظیم بھی نہ ہوگی اور اگر تنظیم نہ ہوگی تو تحریک ختم ہو جائے گی۔ مکی زندگی میں بھی مسلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کرتے تھے اور حکومتِ الٰہیہ کی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زندگی بھی مسلمین کے لئے نمونہ اور مشعلِ راہ ہے۔ اسی زندگی کی اتباع کر کے مسلمین منزلِ مقصود کو پہنچ سکتے ہیں۔ حکومتِ الٰہیہ کے لئے جو تحریک چلائی جائے یا چلائی جا رہی ہے اس کے لئے اسوۂ حسنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ہے، جس طرح مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاتی تھی اسی طرح حکومتِ الٰہیہ کو قائم کرنے کی ہر تحریک میں امیرِ تحریک کی اطاعت لازمی ہوگی۔ اگر امیر کی اطاعت نہ کی جائے تو امیر کی حیثیت ایک مٹی کے بت سے زیادہ نہیں ہوگی، مرکزیت ختم ہو جائے گی اور تحریک مردہ ہو جائے گی۔ الغرض امیرِ جماعت کی اطاعت بہت ضروری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر حکومتِ الٰہیہ کا قیام ناممکن ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آپ کے نبی ہونے کی حیثیت سے کی جاتی تھی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتی تاوقتیکہ ہمارا قائد بھی نبی نہ ہو۔

جواب نبوت ختم ہو گئی، نبی اب کوئی نہیں بن سکتا لہٰذا تنظیم کا کام اب کسی غیر نبی ہی سے لیا جا سکتا ہے اور وہ اس تنظیمی کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی کو اپنا نمونہ بنائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اسی لئے تو آپ کی مکی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کی مکی زندگی ہمارے لئے نمونہ نہ ہوتی۔ ہم نبوت میں بے شک آپ کے شریک نہیں ہو سکتے لیکن آپ کے اقوال و افعال میں عموماً ہم آپ کے شریک ہیں یعنی ہم وہی کرتے ہیں جو آپ نے فرمایا اور جو آپ نے کیا۔ خلافت کی تحریک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاتی تھی اسی بنیاد پر خلافت کی ہر تحریک میں امیرِ جماعت کی اطاعت لازمی طور پر کی جائے گی۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بہ حیثیت نبی کے کی جاتی تھی لہٰذا وہ اطاعت اور اس اطاعت کی بنیاد پر آپ کی تنظیم ہمارے لئے نمونہ نہیں تو پھر بتلایئے کہ کیا خلافت کی تحریک میں کسی غیر نبی کی زندگی کو نمونہ بنائیں۔ اگر نہیں تو پھر نمونہ کہاں سے لائیں؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تحریکِ خلافت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمارے لئے کوئی نمونہ نہیں تو کیا آپ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے کامل نمونہ نہیں! کیا اسلام ناقص ہے کہ اس سلسلہ میں وہ ہماری رہنمائی نہیں کرتا۔

الغرض مندرجہ بالا اعتراض ایک شیطانی وسوسہ ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اعلائے کلمۃ الحق فرض ہے

اس امر پر تو سب متفق ہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق فرض ہے اور اس کے لئے خلافت کا قیام ضروری ہے اگر اعلائے کلمۃ الحق فرض ہے تو کیا اس کے لئے حتی الامکان جدوجہد فرض نہیں ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ اس کے لئے ضرور ایک منظم تحریک چلانی ہوگی، ایک مضبوط جماعت بنانی ہوگی اور تحریک منظم اور جماعت مضبوط اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ امیر جماعت کی اطاعت فرض ہو۔ اگر امیر جماعت اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جہاد کا حکم دے اور جماعت حکم ماننے سے یہ کہہ کر انکار کردے کہ امیر جماعت کی اطاعت نفل ہے تو کیا جماعت کلمۃ الحق کے فریضہ کو ادا کرسکے گی، ہرگز نہیں۔ اگر جماعت اعلائے کلمۃ الحق کو فرض سمجھتی ہے تو وہ یہ سوچے کہ پھر اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہوگا۔ کیا اس کے سوا اور بھی کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے کہ جماعت اپنے امیر کے حکمِ جہاد کو فرض سمجھے اور فوراً جہاد کے لئے تیار ہوجائے۔ امیر کے تمام احکام اعلائے کلمۃ الحق ہی کے گرد گھومتے ہیں لہٰذا اس کے ہر حکم کی اطاعت کرنی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور۔ ۵۵)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطاء فرمائیگا جس طرح اُن لوگوں کو خلافت دی تھی جو اِن سے پہلے گذرے ہیں اور ان کیلئے ان کے دین کو جسکو اس نے اُن کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم کردیگا اور اُن کے خوف وہراس (کو ختم کرنے) کے بعد (اس کے) بدلہ میں امن عطاء فرمائیگا)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صالح مؤمنین سے تین وعدے فرمائے ہیں :۔

(۱) ان کو حکومت وخلافت عطاء فرمائیگا، (۲) دینِ اسلام کو مستحکم کردے گا،
(۳) خوف کی زندگی کے بدلہ میں امن وامان کی زندگی دے گا۔

آیتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان وعدوں کے پورا ہونے سے پہلے (۱) ان کے پاس حکومت نہ ہوگی، (۲) دینِ اسلام مستحکم نہیں ہوگا، (۳) ان کے دل خوف وہراس میں گذرتے ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان صالح مؤمنین کو حکومت، استحکامِ دین اور امن وامان کیسے عطاء ہوگا؟ کیا اس کے لئے انہیں کچھ کرنا ہوگا یا بغیر کچھ کئے تحفۃً انہیں یہ چیزیں مل جائیں گی؟ کیا خلافت کے عطاء ہونے سے پہلے مؤمنین

کی کوئی جماعت ہوگی یا نہیں؟ اگر جماعت ہوگی تو کیا اس کا امیر ہوگا یا نہیں؟ اگر امیر ہوگا تو اس کی اطاعت لازمی ہوگی یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ حصولِ خلافت کے لئے ان صالح مؤمنین کو جماعت بھی منظم کرنی ہوگی، امیرِ جماعت کی اطاعت بھی کرنی ہوگی اور پھر جدّ و جہد بھی کرنی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج - ۷۸) اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض | امیر صرف دو ہی قسم کے ہیں یعنی امیرِ سلطنت (خلیفہ) یا امیرِ سفر، تیسرے امیر کا کوئی تصوّر اسلام میں نہیں۔

جواب | اگر تیسرے امیر کا کوئی تصوّر اسلام میں نہیں تو پھر تیسری جماعت کا تصوّر بھی اسلام میں نہیں۔ ایسی صورت میں اعتراض کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنی جماعت توڑ دیں، امیر کو کالعدم کر دیں۔ اگر وہ اپنی جماعت نہیں توڑتے اور اپنے امیر کو کالعدم نہیں کرتے تو وہ ایک بدعت کے مرتکب ہوں گے۔

ہمارے نزدیک تو تیسری جماعت اور تیسرے امیر کا تصوّر اسلام میں موجود ہے اور ہم گذشتہ صفحات میں خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی کے ضمن میں اسے بیان کر چکے ہیں۔

بعض سوالات اور ان کے جوابات

بعض لوگ اس سلسلہ میں کئی سوال کرتے ہیں۔ ان کے یہ سوالات مع جوابات درج ذیل ہیں :-

سوال ۱ | کیا اطاعت کے لحاظ سے امیر کی کئی قسمیں ہیں مثلاً سیاسی امیر، غیر سیاسی امیر یا اجتہادی اولوا الامر وغیرہ۔

جواب | اس سوال کو اگر فقہا کے ہاں بھیج دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا کیونکہ یہ کام ان کے ہاں بڑے شدّ و مدّ سے ہوتا ہے۔ وہ لوگ اقسام بھی بنا لیتے ہیں اور پھر ہر قسم کے احکام بھی علیحدہ علیحدہ وضع کر لیتے ہیں۔ جماعت المسلمین تو جو کچھ قرآن مجید اور احادیث میں ہے اُسے پہنچانے والی ہے۔ جماعت المسلمین نہ تو اقسام بناتی ہے اور نہ اسے جائز سمجھتی ہے۔ اطاعت کے لحاظ سے نہ قرآن مجید میں اولوا الامر کی اقسام بیان کی گئی ہیں اور نہ حدیث میں لہٰذا اطاعت کے لحاظ سے اولوا الامر یا امیر کی بس ایک قسم ہے یعنی ہر امیر واجب الاطاعت ہے۔

ہر امیر سیاسی ہوتا ہے کیونکہ سیاست اسلام کا جزوِ اعظم ہے۔ امارت سے اگر سیاست کو نکال دیا جائے تو وہ پیری مریدی یا خانقاہیت ہے، اسلام نہیں۔

سوال کرنے والوں کو چاہیئے کہ سوال میں جن اقسام کا ذکر ہے ان کا ثبوت قرآن مجید اور حدیث سے دیں اور پھر سوال کریں۔ یہ اقسام بالکل لغو اور خود ساختہ ہیں۔

سوال ۲ | تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم کے تحت جماعت کے سربراہ کو حاکم، امیر، امام یا خلیفۃ المسلمین کہا جا سکتا ہے؟

جواب | ہم تو صرف وہی کہتے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث میں ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ امیرِ سفر، امیرِ لشکر، امیرِ جماعت، امیرِ حج، امیرِ مکّہ کے الفاظ تو ہمیں احادیث میں ملتے ہیں لہٰذا ہم بھی ان الفاظ کو استعمال کرتے

ہیں۔ خلیفۂ سفر، خلیفۂ لشکر، خلیفۂ جماعت، خلیفۂ حج یا خلیفۂ مکہ کے الفاظ حدیث میں نہیں ملتے لہٰذا ہم بھی انہیں استعمال نہیں کرتے۔ "حاکم" کے ساتھ بھی یہ مرکب اضافی ہمیں حدیث میں نہیں ملتے لہٰذا ہم بھی ان مرکبات کو استعمال نہیں کرتے۔ جماعت کے سربراہ کے لئے امیر یا امام کے الفاظ حدیث میں ملتے ہیں لہٰذا یہی الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

سوال ۳ | کیا جماعت کے سربراہ کی انتظامی امور میں اطاعت فرض ہے یا نفل۔

جواب | جماعت کے سربراہ کو امیر یا امام کہتے ہیں اور گذشتہ اوراق میں ہم امیر یا امام کی اطاعت کو فرض ثابت کر چکے ہیں لہٰذا جماعت کے سربراہ کی اطاعت فرض ہے۔

سوال ۴ | اگر کوئی شخص جماعت کے سربراہ کی انتظامی امور میں اطاعت نہیں کرتا تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

جواب | فرض کا تارک یقیناً گنہگار ہے۔

سوال ۵ | جماعت المسلمین کے سربراہ کے اختیارات شریعت نے کس حد تک متعین کئے ہیں ؟

جواب | کیونکہ جماعت کے سربراہ کے لئے شرعی لفظ امیر یا امام ہے لہٰذا جماعت کے سربراہ کو وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جو شریعت نے امیر یا امام کے لئے متعین کئے ہیں۔

سوال ۶ | جماعت کے سربراہ کو اولوا الامر یا غیر اولی الامر یا اجتہادی اولوا الامر کہنا کہاں تک درست ہے؟

جواب | جماعت کے سربراہ کو اولوا الامر کہہ سکتے ہیں۔ باقی الفاظ خود ساختہ ہیں۔ قرآن مجید یا حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملتے لہٰذا ان کے متعلق سوال لغو ہے۔ مزید برآں غیر اولی الامر سے مراد امیر ہو ہی نہیں سکتا۔ مامور ہو سکتا ہے۔

معترضین سے چند سوالات

(۱) کیا سیاسی امیر اور غیر سیاسی امیر یا سیاسی اولوا الامر اور اجتہادی اولوا الامر کے الفاظ قرآن مجید یا حدیث نبوی میں ملتے ہیں؟ اگر ملتے ہیں تو ان کا ثبوت دیجئے۔

(۲) اعلائے کلمۃ الحق یا حصولِ خلافت کے لئے لائحہ عمل کیا ہوگا؟

(۳) کیا اس لائحہ عمل کا ثبوت سنّتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ملتا ہے؟

(۴) اگر اس لائحہ عمل کا ثبوت سنّتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہیں ملتا تو کیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی کاملیت میں تو فرق نہیں آتا؟

(۵) اگر اس لائحہ عمل کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت میں نہیں ملتا تو کیا یہ لائحہ عمل بدعت نہیں ہوگا؟

(۶) اگر کسی دینی مقصد کے لئے جماعت کا قیام ضروری ہو تو کیا وہ چیز جس کے بغیر جماعت چل نہ سکے ضروری ہوگی یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

جماعت المسلمین
☆ مسجد المسلمین، کھوکھرا پار ۲½
کراچی، پاکستان۔
فون : ۳۰۷۵۲۴